مقالات ومضامین

سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: مولانا سید محمد امین شاہ

امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور کتاب تہذیب الأسماء واللغات کے شروع میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مختصر سیرت صحیح احادیث کی روشنی میں مرتب فرمائی ہے، جامعہ امداد العلوم کراچی کے استاذ حدیث مولانا سید محمد امین شاہ نے اس کا رواں اور سلیس ترجمہ کیا ہے، ذیل میں ان کا وہ ترجمہ پیش خدمت ہے۔ ——— (ادارہ)

سلسلہ نسب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب مبارکہ یہ ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بن عبداللہ بن عبدالمطلب، بن ہاشم، بن عبدمناف، بن قصی، بن کلاب، بن مُرہ، بن کعب، بن لوی، بن غالب، بن فہر، بن مالک، بن نضر، بن کنانہ، بن خزیمہ، بن مدرکہ، بن الیاس، بن مُضر، بن نزار، بن معد، بن عدنان۔ یہاں تک سلسلہ نسب بالاجماع ثابت ہے اور اس سے لے کر حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام تک سلسلۂ نسب میں شدید اختلاف ہے، علماء نے فرمایا: اس میں کوئی صحیح قابل اعتماد چیز نہیں ہے۔

کنیتیں اور اسماء مبارکہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشہور کنیت ابوالقاسم ہے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کی کنیت ابوابراہیم رکھی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سے اسمائے گرامی ہیں۔ ابن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق میں اس پر ایک مستقل باب قائم فرمایا ہے۔ اس میں انھوں نے بہت سے اسمائے گرامی ذکر کیے ہیں، جن میں سے بعض صحیحین میں اور بعض دوسرے کتب میں وارد ہوئے ہیں، ان میں سے بعض یہ ہیں: محمد، احمد، الحاشر، العاقب، المقفی، الماحی، خاتم النبیین، نبی الرحمہ، نبی اور ایک روایت کے مطابق نبی الملاحم، نبی التوبہ، الفاتح، طٰہٰ، یاسین، عبداللہ۔

حضرت امام، حافظ ابوبکر احمد بن حسین بن علی بیہقی رحمہ اللہ نے فرمایا بعض علماء نے اس پر اضافہ کرتے ہوئے فرمایا ہے۔ اللہ عزوجل نے قرآن کریم میں آپ کا نام رسول، نبی، امی، شاہد، مبشر، نذیر، داعی، رؤف، رحیم، مذکر بیان فرمایا ہے اور آپ کو رحمت، نعمت، ہادی قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا۔قرآن میں میرا نام محمد ہے، انجیل میں احمد ہے اور تورات میں اُحید ہے، کیونکہ میں اپنی امت سے جہنم کی آگ دور کروں گا۔(حضرت امام نووی رحمہ اللہ نے فرمایا) میں کہتا ہوں کہ مذکورہ اسماء میں سے بعض صفات ہیں، (مجازاً ان پر اسماء کا اطلاق کیا گیا ہے)۔

والدہ ماجدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا نام آمنہ بنت وہب، بن عبد مناف، بن زہرہ، بن کلاب، بن مُرہ، بن کعب، بن لوی، بن غالب ہے۔

ولادت: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، واقعہ فیل کے سال ہوئی اور ایک قول کے مطابق اس کے ۳۰ سال بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ حاکم ابو احمد نے نقل کیا ہے کہ اس واقعہ کے چالیس سال بعد آپ کی ولادت ہوئی اور بعض نے کہا ہے کہ اس واقعہ کے دس سال بعد آپ کی ولادت ہوئی۔

حافظ ابوالقاسم بن عساکر رحمہ اللہ نے تاریخ دمشق میں یہ نقل فرمایا ہے، صحیح اور مشہور قول یہ ہے کہ واقعہ فیل والے سال حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی، حضرت امام بخاری رحمہ اللہ کے شیخ حضرت امام ابراہیم بن منذر الحزامی اور خلیفہ بن خیاط اور بعض دوسرے علماء نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن ربیع الاول کے مہینے میں پیدا ہوئے۔ اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ ربیع الاول کی ۲ تاریخ تھی یا آٹھ، یا دس، یا بارہ، یہ چار اقوال مشہور ہیں۔

رحلت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پیر کے دن بوقت چاشت ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو ہوئی۔

تدفین اور عمر مبارک: منگل کے روز بعد از زوال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین ہوئی، بعض حضرات نے کہا کہ بدھ کی رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین عمل میں لائی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ۶۳ سال کی عمر میں ہوئی اور بقول بعض حضرات ۶۵ سال کی عمر میں وفات ہوئی اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کی عمر مبارک ۶۰ سال تھی، پہلا قول زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔ یہ تینوں قول صحیح بخاری و مسلم شریف میں مذکور ہیں۔ حضرات علماء کرام نے تینوں اقوال میں تطبیق یوں بیان کی ہے کہ جس نے ساٹھ کہا اس نے کسور کو شمار نہیں کیا ہے، جس نے ۶۵ کہا ہے اس نے سنہ ولادت اور سنہ وفات کو علاحدہ شمار کیا ہے اور جس نے ۶۳ کہا اس نے دونوں کو شمار نہیں کیا، صحیح قول ۶۳ سال کا ہے، اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمریں بھی صحیح قول کے مطابق ۶۳ سال تھیں۔ حاکم ابوعبداللہ کے شیخ حاکم ابو احمد نے نقل کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پیر کے دن ہوئی اور پیر ہی کے دن آپ کو نبوت عطا ہوئی اور پیر ہی کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ سے ہجرت فرمائی اور پیر ہی کے روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے اور پیر ہی کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت اس حال میں ہوئی کہ آپ کا ختنہ ہو چکا تھا اور آپ کی ناف کٹی ہوئی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفین تین سفید کپڑوں میں ہوئی، جن میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا، صحیحین سے اسی طرح ثابت ہے۔ حاکم ابواحمد نے فرمایا: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکفین ہوئی تو قبر کے کنارے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی چارپائی پر رکھا گیا، پھر گروہ در گروہ لوگ اندر آتے رہے اور آپ کی نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ کسی نے امامت نہیں کی۔

سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھی، پھر بنو ہاشم نے پھر مہاجرین نے اس کے بعد انصار نے، پھر دوسرے تمام لوگوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی، جب مرد نماز جنازہ پڑھنے سے فارغ ہوئے تو بچے داخل ہوئے، پھر عورتیں داخل ہوئیں، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دفن کیا گیا، قبر میں حضرت عباس، حضرت علی، حضرت فضل بن عباس، حضرت قثم بن عباس اور حضرت شقران رضی اللہ عنہم اُترے۔

امام نوویؒ نے فرمایا: حضرت اسامہ بن زید اور حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہما بھی ان کے ساتھ تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بغلی قبر میں دفنایا گیا اور بغل کو بند کرنے کے لیے کچی اینٹیں لگائی گئیں۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ ان اینٹوں کی تعداد نو تھی، پھر مٹی ڈال کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کو ہموار کیا گیا اور اس پر پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا۔ بعض حضرات نے کہا ہے کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک میں اُترے تھے لیکن یہ قول صحیح نہیں ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ کا انتقال ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۸ مہینے کے تھے اور ایک قول کے مطابق ۹ ماہ کے تھے اور ایک قول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم والدہ کی بطن میں تھے، مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کا انتقال ہوا تو آپ ۸ سال کے تھے اور ایک قول کے مطابق آپ چھ سال کے تھے اور انھوں نے ابوطالب کو آپ کی پرورش اور دیکھ بھال کی وصیت کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کی وفات ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چھ سال تھی اور ایک قول کے مطابق چار سال تھی اور ان کا انتقال مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان ابواء مقام میں ہوا۔

چالیس سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کی طرف مبعوث کیا گیا (یعنی آپ کو نبوت عطاء ہوئی) بعض نے کہا: اس وقت آپ کی عمر ۴۰ سال ایک دن تھی، نبوت ملنے کے بعد ۱۳ سال تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں مقیم رہے اور ایک قول کے مطابق ۱۰ سال، اور ایک قول کے مطابق ۱۵ سال مکہ مکرمہ میں آپ مقیم رہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم بالاتفاق ۱۰ سال رہے اور مدینہ منورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو پہنچے تھے۔ حاکم نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تکلیف

شروع ہوئی، یہ بدھ کا دن تھا اور ماہ صفر کے دو دن باقی تھے۔

رضاعت اور پرورش: ابولہب کی باندی ثوبیہ نے چند روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا، پھر حضرت حلیمہ سعدیہ بنت ابی ذوئیب عبداللہ بن حارث نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا، ان کے بارے میں روایت ہے کہ انھوں نے فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روزانہ نشو ونما اتنی ہوتی تھی جتنا کہ عام بچوں کی ایک مہینے میں ہوتی ہے، آپ کے دادا عبدالمطلب نے آپ کی پرورش کی ہے، اس کے بعد آپ کے چچا ابو طالب نے آپ کی پرورش کی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو زمانہ جاہلیت کی گمراہیوں سے پاک رکھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی بھر کسی بت کی تعظیم نہیں کی، کبھی بھی کسی کفریہ کام میں شریک نہیں ہوئے، کافر لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مطالبہ کرتے تھے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے انکار فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت فرمائی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے کبھی بھی بتوں کی عبادت نہیں کی اور کبھی شراب نہیں پی اور ہمیشہ سے میں یہ جانتا تھا کہ وہ لوگ کفر پر ہیں، یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا آپ پر کہ اس نے آپ کو زمانہ جاہلیت کی گندگیوں سے اور ہر عیب سے پاک رکھا اور ہر اچھی صفت آپ کو عطا فرمائی، یہاں تک کہ آپ کی قوم آپ کو امین کے لقب سے جانتی تھی، اس لیے کہ انھوں نے آپ کی امانت، صدق اور طہارت کا مشاہدہ کیا تھا۔

شام کا سفر: پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۱۸ سال ہوئی تو اپنے چچا ابو طالب کے ہمراہ شام کے سفر پہ نکلے، یہاں تک کہ بصریٰ پہنچے تو وہاں بحیریٰ راہب نے آپ کو دیکھا اور آپ کی صفات دیکھ کر آپ کو پہچان لیا، اس نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہاتھ سے پکڑا اور کہا کہ یہ سید العالمین ہے، یہ رب العالمین کا رسول ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ نے عالمین کے لیے رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا؟ تو انھوں نے کہا کہ جب تم لوگ عقبہ سے چلے تو تمام درخت اور پتھر سجدے میں گر گئے تھے اور شجر و حجر نبی کے علاوہ کسی کے سامنے سجدہ نہیں کرتے۔ یہ بات ہماری کتابوں میں موجود ہے اور یہود کی خوف سے انھوں نے ابو طالب سے درخواست کی کہ انھیں واپس لے جائیں، چنانچہ ابو طالب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس لائے۔

پھر دوسری دفعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام میسرہؓ کے ساتھ تجارت کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شام کا سفر فرمایا، یہ سفر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کی شادی کرنے سے پہلے ہوا، یہاں تک کہ آپ بصریٰ کے بازار پہنچے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۲۵ سال ہوئی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی اور ہجرت کے موقع پر آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ تھے، راہبر حضرت عبداللہ بن اُریقط لیثی تھا، جو کافر تھا اور ان کا اسلام لانا معلوم نہ ہو سکا۔

شمائل وحلیہ مبارکہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نہ بے ڈول لمبے تڑنگے تھے اور نہ زیادہ پستہ قد، ٹھگنے تھے (بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک درمیانہ تھا) اور رنگ کے اعتبار سے نہ بالکل سفید تھے، نہ بالکل گندم گوں، (بلکہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن پرنور اور کچھ ملاحت لیے ہوئے تھے) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بال نہ بالکل سیدھے تھے، نہ بالکل پیچدار اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں بیس سفید بال بھی نہ تھے، خوب صورت جسم کے مالک تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں کاندھوں کے درمیان قدرے زیادہ فاصلہ تھا، کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال کاندھوں تک پہنچتے تھے اور کبھی کانوں کی لو تک ہوتے تھے اور کبھی آدھے کانوں تک ہوتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک گنجان تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیاں پر گوشت تھیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں موٹی تھیں اور سر مبارک بڑا تھا، جوڑوں کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں، چہرہ مبارک میں قدرے گولائی تھی (یعنی چہرہ انور نہ بالکل گول تھا اور نہ بالکل لانبا بلکہ درمیانہ تھا) آنکھیں بہت زیادہ سیاہ تھیں اور پلکیں دراز، آنکھوں کے کناروں یعنی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے، سینے سے ناف تک بالوں کی باریک دھاری تھی، لکیر کی طرح۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے چلتے تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے اور ذرا جھک کر چلتے، گویا کہ پستی کی طرف چل رہے ہیں، چہرہ مبارک چودھویں کی چاند کی طرح دمکتا تھا، گویا کہ آپ کا چہرہ بھی چاند ہے۔ آواز مبارک خوب صورت تھی، رخسار مبارک ہموار تھے (یعنی آپ کے گال مبارک نہ پچکے ہوئے تھے نہ گوشت لٹکے ہوئے تھے بلکہ برابر اور ہموار تھے) دونوں کاندھوں، بازؤں اور سینہ مبارک کے بالائی حصے پر بال تھے، کلائیاں دراز اور ہتھیلیاں فراخ تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی حسین چشم تھے۔ آنکھوں کے سفید ڈھیلوں میں کچھ سرخی کی آمیزش تھی (ا)۔ دونوں کاندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی، جو مسہری کی گھنڈیوں یا کبوتر کے انڈے جیسے تھی، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلتے (تو یوں معلوم ہوتا تھا) کہ گویا آپ کے لیے زمین سمیٹ دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیز رو تھے۔ کشادہ قدم رکھتے تھے، لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک رسائی کے لیے کوشش کرتے تھے (دوڑ کر چلتے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کے بالوں میں مانگ نہیں نکالتے تھے۔ بعد میں مانگ نکالا کرتے تھے، سر اور داڑھی کے بالوں میں کنگھا کیا کرتے تھے، ہر رات سوتے وقت تین تین دفعہ ہر آنکھ میں اثمد کا سرمہ استعمال فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ پسند کپڑا کرتہ اور سفید رنگ کا کپڑا اور دھاری دار منقش چادر تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ کی آستین پہنچے تک ہوتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ جوڑا، ازار اور چادر بھی زیب تن فرمایا اور بعض اوقات دو سبز کپڑے بھی پہنے اور بعض اوقات تنگ آستینوں والا کرتہ بھی پہنا اور بعض حالات میں آپ نے سیاہ پگڑی باندھی اور اس کے دونوں کنارے دونوں کاندھوں کے درمیان لٹکائے، بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالوں (اون) سے بنی ہوئی سیاہ چادر بھی استعمال فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوٹھی، موزے

اور جوتے بھی پہنے ہیں۔

اولاد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تین صاحبزادے تھے۔

ا۔قاسم۔انہی کے نام پہ آپ کی کنیت ابوالقاسم تھی،نبوت سے قبل یہ پیدا ہوئے اور دو سال کی عمر میں ان کا انتقال ہوا۔ ۲۔عبداللہ۔ان کو طیب اور طاہر بھی کہا جاتا ہے، کیوں کہ نبوت کے بعد پیدا ہوئے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ طیب اور طاہر حضرت عبداللہ کے علاوہ تھے لیکن پہلا قول صحیح ہے۔ ۳۔ابراہیم۔یہ مدینہ منورہ میں ۸ھ میں پیدا ہوئے تھے اور مدینہ منورہ ہی میں ۱۰ھ میں ۱۷یا۱۸ مہینے کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار صاحبزادیاں تھیں۔ا۔حضرت زینب رضی اللہ عنہا۔ابوالعاص بن الربیع بن عبدالعزی بن عبدالشمس سے ان کی شادی ہوئی،ابوالعاص کی والدہ کا نام ھالہ بنت خویلد ہے، جو حضرت زینب کی خالہ تھی۔ ۲۔حضرت فاطمہ۔حضرت علی بن ابی طالبؓ سے ان کا نکاح ہوا۔ ۳۔۴۔حضرت رقیہ۔حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہما۔حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ان کا نکاح ہوا۔پہلے حضرت رقیہ سے ان کا نکاح ہوا،ان کے انتقال کے بعد حضرت ام کلثوم سے ان کا نکاح ہوا۔اسی وجہ سے انھیں ذی النورین کہا گیا۔حضرت رقیہؓ کا انتقال ۱۸ رمضان المبارک ۲ھ جنگ بدر کے دن ہوا اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا انتقال شعبان ۹ھ میں ہوا۔

صاحبزادیاں بالاتفاق چار ہیں اور صاحبزادے صحیح قول کے مطابق تین ہیں،سب سے پہلے حضرت قاسم پیدا ہوئے، پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا پیدا ہوئیں، پھر حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا، پھر حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا، پھر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے عمر میں بڑی تھیں۔حضرت عبداللہؓ مکہ میں اور حضرت ابراہیم مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے،حضرت ابراہیم کے علاوہ تمام صاحبزادے وصاحبزادیاں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پیدا ہوئے۔حضرت ابراہیم،حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے پیدا ہوئے۔حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ سب کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں وفات ہوئی،حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا صحیح اور مشہور قول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چھے ماہ تک زندہ رہیں۔

چچا اور پھوپھیاں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ چچا تھے۔حارث: یہ حضرت عبدالمطلب کے سب سے بڑے بیٹے تھے،اسی کے نام پہ عبدالمطلب کی کنیت تھی۔قثم، زبیر،حضرت حمزہ،حضرت عباس رضی اللہ عنہما،ابوطالب، ابولہب،عبدالکعبہ، حجل (حا کے فتحہ اور جیم کے سکون کے ساتھ) ضرار، (غیداق)۔ان میں سے حضرت حمزہ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہما ایمان لائے،حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ سب سے چھوٹے تھے کیوں کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے،اس کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ عمر میں ان کے قریب تھے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اپنے والد عبدالمطلب کے بعد زمزم پلانے

کی ذمہ داری سونپی گئی تھی اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں تین سال بڑے تھے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھیاں چھے تھیں۔ حضرت صفیہ: یہ مسلمان ہوئیں اور مدینہ کی طرف انھوں نے ہجرت کی، یہ حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کی والدہ تھیں، حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ منورہ میں ان کا انتقال ہوا اور یہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے بطن سے تھیں (یعنی حضرت حمزہ کی ماں شریک بہن تھیں)۔ حضرت عاتکہ: ایک قول کے مطابق مسلمان ہوئی تھیں اور یہ وہی ہیں جنھوں نے غزوہ بدر کے بارے میں خواب دیکھا تھا، جس کا قصہ مشہور ہے۔ حضرت برۃ: حضرت اروی، اُمیمہ، اُم حکیم۔

ازواج مطہرات: ازواج مطہرات (امہات المؤمنین) میں سے پہلی (ام المؤمنین) حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں، اس کے بعد حضرت سودۃ رضی اللہ عنہا ہیں۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہیں، پھر حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ہیں، پھر حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت میمونہ، حضرت جویریہ، حضرت صفیہ رضی اللہ عنہن ہیں (مؤلفؒ سے ام المؤمنین حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا کا ذکر رہ گیا ہے، انہیں ام المساکین کہا جاتا تھا، مساکین سے محبت کرنے کی وجہ سے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد آپؐ نے ان سے نکاح فرمایا تھا، دو یا تین مہینے آپؐ کے ہاں رہیں پھر ان کا انتقال ہوا)۔

مذکورہ نو امہات المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ کے نکاح میں آئیں، ان کی زندگی میں آپ نے کسی اور سے نکاح نہیں کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے وقت یہ نو امہات المؤمنین زندہ تھیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی باکرہ (کنواری) لڑکی سے آپ نے نکاح نہیں فرمایا، جن سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی آپ کی زندگی ہی میں ہوئی انھیں ہم نے ذکر نہیں کیا، کثرت اختلاف کی وجہ سے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو باندیاں تھیں۔ حضرت ماریہ قبطیہ، حضرت ریحانہ بنت زید اور ایک قول کے مطابق بنت شمعون، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں انھیں آزاد کر دیا تھا۔ ہمیں حضرت قتادہ سے روایت پہنچی ہے کہ انھوں نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پندرہ عورتوں سے نکاح فرمایا جن میں سے تیرہ سے آپ نے صحبت فرمائی، بیک وقت گیارہ عورتیں آپ کی نکاح میں رہیں، وفات کے وقت ان میں سے نو زندہ تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلاموں میں سے ایک حضرت اسامہ بن زید کے والد حضرت زید بن حارثہ بن شراحیل الکلبی ہیں اور اُن میں سے بعض دوسرے حضرات کے نام یہ ہیں۔ حضرت ثوبان بن بجدد (ب اور دال کے ضمہ اور سکون دال کے ساتھ)، ابو کبشہ ان کا نام سلیم ہے۔ بدر میں شریک ہوئے ہیں، باذام، رُویفع، قصیر، میمون، حضرت ابوبکرۃ، ہرمز، ابوصفیہ عبید، ابوسلمیٰ، صالح جنھیں شقران کہا جاتا ہے۔ رباح، اسود،

یسار الراعی، نوبی، ابورافع جن کا نام اسلم ہے۔ بعض نے کوئی اور نام ذکر کیا ہے۔ ابومویہبہ، فضالہ یمانی، رافع، مدعم، اسود جو خیبر میں قتل ہوئے۔ کرکرۃ (دونوں کاف پر کسرہ ہے) یہ دوران سفر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان ڈھوتے تھے، حضرت ہلال بن یسار بن زید کے دادا، زید، عبیدہ، طہمان، یا کیسان یا مہران یا ذکوان، یا مروان، مابور قبطی، واقد، ابوواقد، ھشام، ابوضمیرہ، حنین، ابوعسیب جس کا نام احمر ہے۔ ابوعبیدہ، حضرت سفینہ، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہم، ایمن بن ام ایمن، افلح، سابق سالم، زید بن بولا، سعید (ضمیرہ) عبیداللہ بن اسلم، نافع، نبیہ، وردان، ابواُمیلہ، ابوالحمراء۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ لونڈیوں میں سے بعض کے نام یہ ہیں: سلمی، ام رافع، ام ایمان، برکہ یہ حضرت اسامہ بن زید کی والدہ ہیں۔ میمونہ بنت سعد، خضرہ، رضوی، امیمہ، ریحانہ، ام ضمیرہ، ماریہ اوران کی بہن شیرین جو عباس کی والدہ ہیں۔ ان میں سے اکثر کا ذکر اسلاف کی کتابوں میں ملتا ہے۔ یہ بات سمجھنے کی ہے کہ یہ آزاد کردہ غلام سب بیک وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں نہیں رہے، بلکہ یہ حضرات مختلف اوقات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمین: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خادموں میں سے بعض حضرات کے نام یہ ہیں۔ حضرت انس بن مالکؓ، ھند اور اسماء یہ دونوں حارثہ کے بیٹے ہیں، اسلمی ہیں، حضرت ربیعہ بن کعب الاسلمی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، صاحب نعلین تھے۔ جب آپ کھڑے ہوتے تو حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کو جوتے پہناتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھتے تو اُتار کر اپنے آستین میں رکھ لیتے جب تک آپ بیٹھے رہتے آپ کے جوتے حضرت ابن مسعود رضی اللہ کے پاس رہتے۔ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ صاحب بغلہ تھے، سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر کھینچتے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام سعد رضی اللہ عنہ اور ذ مخمر اور انہی کو ذو مخبر بھی کہا جاتا ہے۔ نجاشی کے بھتیجے تھے اور بعض نے کہا کہ شاہ نجاشی کے بھانجے تھے، اور بکیر بن شدخ اللیثی اور بعض نے بکر کہا ہے۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ اور اسلع بن شریک بن عوف الاعرجی۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبین: حافظ ابوالقاسمؒ نے ''تاریخ دمشق'' میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ۲۳ کاتب تھے (حافظ ابوالقاسم رحمہ اللہ نے) اپنی اسناد کے ساتھ ان کے بارے میں روایات ذکر کی ہیں اور ان کے نام یہ ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر بن خطاب، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت محمد بن مسلمہ، حضرت ارقم بن ابی ارقم، حضرت ابان بن سعید بن عاص اور ان کے بھائی خالد بن سعید بن عاص، حضرت ثابت بن قیس، حضرت حنظلہ بن ربیع، حضرت خالد بن ولید، حضرت عبداللہ بن ارقم، حضرت عبداللہ بن زید بن عبدربہ، حضرت علاء بن عقبہ، حضرت مغیرہ بن شعبہ اور حضرت سجل رضی اللہ عنہم

اجمعین۔ بعض حضرات نے حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کا اضافہ فرمایا۔ اصحاب السیر نے کہا ہے ان میں سب سے زیادہ وحی لکھنے والے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ تھے۔

آپ کے قاصد: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے (شاہ حبشہ) نجاشی کی طرف حضرت عمر بن امیہ ضمری رضی اللہ عنہ کو (خط دے کر) بھیجا، انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خط لے کر اپنی آنکھوں پہ رکھا اور اپنے تخت سے اُتر کر زمین پہ بیٹھا، پھر جب حضرت جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ان کے پاس تشریف لائے تو یہ مسلمان ہوئے اور اچھے مسلمان ہوئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے عظیم روم ہرقل کی طرف حضرت دحیہ بن خلیفہ الکلبی رضی اللہ عنہ کو خط دے کر بھیجا اور فارس کے بادشاہ کسریٰ کی طرف حضرت عبداللہ بن حذافہ السہمی رضی اللہ عنہ کو خط دے کر بھیجا۔ مصر اور اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس کی طرف حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کو بھیجا، انھوں نے جواب میں اچھی بات کہی، انھوں نے حضرت ماریہ قبطیہ اور ان کی بہن حضرت شیرین ہدیتاً آپ کی خدمت میں پیش کی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہدیہ میں عطا فرمایا۔

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو آپ نے عمان کے دو بادشاہوں کی طرف مبعوث فرمایا، وہ دونوں مسلمان ہوئے اور انھوں نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو لوگوں سے صدقات وصول کرنے اور اُن کے فیصلے کرنے کی اجازت دی، حضرت عمرو بن العاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک وہاں رہے۔ ہوذہ بن علی الحنفی کے پاس یمامہ کی طرف حضرت سلیط بن عمرو العامری رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت شجاع بن وھب اسدیؓ کو شام کے علاقہ بلقاء کے سردار حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف (خط دے کر) بھیجا اور حضرت مہاجر ابن ابی امیہ مخزومی رضی اللہ عنہ کو حارث حمیری کے پاس بھیجا اور حضرت علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ کو بحرین کے بادشاہ منذر بن ساویٰ عبدی کی طرف بھیجا، اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور مسلمان ہوا اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو پورے یمن کی طرف اسلام کی دعوت دینے کے لیے بھیجا، جس کے نتیجہ میں عام اہل یمن مسلمان ہوئے، بادشاہ اور رعایا سب کے سب مسلمان ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار موذن تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ، حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں آپ کے موذن تھے۔ حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ، مکہ مکرمہ میں اور حضرت سعد القرظ رضی اللہ عنہ قباء میں۔

عمرہ، حج، غزوات اور سرایا: صحیحین سے ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد چار عمرے ادا فرمائے اور ایک حج حجۃ الوداع ۱۰ھ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو الوداع فرمایا، ادا فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے بنفس نفیس ۲۵ غزوات میں شرکت فرمائی۔ یہی مشہور ہے اور یہ موسیٰ بن عقبہ، محمد بن اسحاق، ابو معشر وغیرھم کا قول ہے اور ایک قول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۲۷ غزوات میں شرکت فرمائی۔ ابو عبداللہ محمد بن سعد نے ''طبقات'' میں اس پر اتفاق نقل فرمایا ہے کہ غزوات کل ستائیس ہوئے اور سرایا کی تعداد ۵۶ ہے اور انھوں نے ایک ایک غزوہ اور سریہ علاحدہ علاحدہ وقوع کے اعتبار سے ترتیب سے شمار کیا ہے۔ اصحاب سیر نے کہا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے صرف نو غزوات، بدر، احد، خندق، بنی قریظہ، بنی المصطلق، خیبر، فتح مکہ، حنین اور طائف میں خود قتال فرمایا، یہ ان لوگوں کے قول کے مطابق ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مکہ بزور فتح ہوا ہے۔

اخلاق وعادات: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ سخی تھے اور رمضان شریف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت اور بڑھ جاتی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اچھے اخلاق والے تھے اور سب سے زیادہ بہادر تھے۔ سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی معرفت آپ کو حاصل تھی، سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے تھے۔ اپنی ذات کے لیے کسی پر غصہ نہیں فرماتے تھے اور نہ ہی انتقام لیتے تھے، جب اللہ تعالیٰ کی حدود پامال کی جاتی تو آپ غصہ فرماتے، تب آپ کے غضب کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا تھا، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حق کی مدد فرماتے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصہ فرماتے تو اعراض فرماتے اور منہ پھیر لیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق قرآن تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ متواضع تھے، اپنے گھر والوں کی حاجتیں پوری فرماتے (یعنی کاموں میں ان کے ساتھ ہاتھ بٹاتے) کمزوروں، ضعیفوں کے لیے اپنے بازو جھکاتے (یعنی عاجزی و تواضع کے ساتھ ان سے پیش آتے)۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ آپ سے کوئی چیز مانگی گئی ہو اور آپ نے جواب نفی میں دیا ہو، سب سے زیادہ بردبار تھے (آپ سے کبھی کسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا کہ آپؐ نے (جواب میں) نہیں فرمایا ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس کنواری سے زیادہ شرمیلے تھے جو اپنے پردے میں ہو، قریب، بعید، طاقتور، ضعیف سب آپ کے ہاں حق میں برابر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھانے میں عیب نہیں نکالا، اگر چاہتے تو کھا لیتے ورنہ چھوڑ دیتے، ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتے اور نہ ہی میز پر کھانا کھاتے۔ جو تیار ہوتا نوش فرماتے، کسی بھی حلال چیز کو ناجائز سمجھ کر ترک نہیں فرماتے تھے۔

میٹھے اور حلوہ کو پسند فرماتے تھے، کدو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسند تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین سالن سرکہ ہے اور حضرت عائشہؓ کی فضیلت عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کے گوشت میں سے ہاتھ کا گوشت پسند تھا، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے رخصت ہوئے اور جَو کی روٹی بھی آپ نے سیر ہو کر نہیں کھائی۔ یعنی فقر کی وجہ سے۔ دو دو مہینے گذر جاتے اور آپ کے گھروں میں سے کسی گھر میں چولہا نہ جلتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ وصول فرماتے تھے اور صدقہ نہیں کھاتے تھے اور ہدیہ کا بدلہ مرحمت

فرماتے تھے۔ اپنے جوتے خود گانٹھتے تھے، کپڑا سیتے تھے، مریض کی عیادت کرتے تھے جو بھی آپ کی دعوت کرتا مال دار ہوتا یا غریب، چھوٹا ہوتا، یا بڑا سب کی دعوت قبول فرماتے، کسی کو حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم گوٹھ مار کر تشریف فرما ہوتے تھے، کبھی چار زانو تشریف فرما ہوتے تھے۔

بعض اوقات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹیک بھی لگائی، اکثر و بیشتر آپ صلی اللہ علیہ وسلم گوٹھ مار کر بیٹھتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے اور انہیں چاٹ لیتے تھے، پانی پیتے وقت برتن سے باہر تین دفعہ سانس لیتے تھے۔ جامع کلمات ارشاد فرماتے تھے، بات تین دفعہ دہراتے تھے تاکہ سمجھ میں آئے۔ آپ کی باتیں صاف اور واضح ہوتی تھیں، جو بھی آپ کی باتیں سنتا تو سمجھتا، بلا ضرورت بات نہیں کرتے تھے۔ بیٹھتے، اُٹھتے اللہ کا ذکر کرتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے، اونٹ، گدھے اور خچر پر سواری فرمائی۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو اونٹ پر اور گدھے پر اپنے پیچھے سوار فرمایا، کسی کو اپنے پیچھے چلنے نہ دیتے، بھوک کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیٹ پر پتھر باندھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے گھر والے کئی کئی دن تک بھوکے رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچھونا چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، دنیا کے ساز و سامان میں سے بہت کم چیزیں آپ کے پاس تھیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں آپ کو عطاء فرمادی تھیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لینے سے انکار فرمایا اور اس کے بدلہ آخرت کو اپنے لیے پسند فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے والے تھے، ہمیشہ فکر مند رہا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادہ سے زیادہ ہنسی مسکراہٹ ہوتی تھی، بعض اوقات آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنے مسکراتے کہ آپ کے دانت مبارک نظر آتے۔ خوشبو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرماتے تھے۔ بدبو سے آپ کو نفرت تھی، مزاح فرمایا کرتے تھے، لیکن حق بات ہی کرتے تھے۔ معذرت کرنے والے کا عذر قبول فرماتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح تھے جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کی صفات بیان فرمائی: لقد جاء کم رسولٌ من انفسکم عزیز علیه ماعنتم حریص علیکم بالمؤمنین رؤوف رحیم ۔ ''تحقیق تمہارے پاس آچکا ہے، رسول تمھیں میں سے، گراں ہے اس پر وہ چیز تمہیں مشقت میں ڈالے، تمھارے بھلائی کے حریص ہیں، ایمان والوں کے لیے مہربان نہایت رحم کرنے والے ہیں''۔ (سورہ توبہ آیت: ۱۲۸) اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: وصل علیهم ان صلاتك سكنٌ لهم اور دعا دے ان کو بے شک آپ کی دعاء ان کے لیے تسکین کا باعث ہے۔ (توبہ آیت: ۱۰۳)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عتاب یہ تھا کہ آپ تعریضاً فرماتے: ان لوگوں کو کیا ہوگیا ہے جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جن کا وجود کتاب اللہ میں نہیں ہے یا اس جیسا کوئی اور جملہ ارشاد فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نرمی کا حکم فرماتے اور لوگوں کو اس پر آمادہ فرماتے، درشتی سختی کرنے سے منع فرماتے، معاف کرنے، درگزر کرنے کی ترغیب دیتے، اچھے اخلاق کے ساتھ متصف ہونے کا حکم فرماتے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پاکی حاصل کرنے، جوتہ پہنے، کنگھا کرنے میں اور دوسرے تمام اچھے کاموں میں دائیں طرف سے ابتدا کرنے کو پسند فرماتے تھے۔ بایاں ہاتھ استنجا اور اس طرح کے دوسری ضروریات کے لیے مختص تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس بردباری اور شرم وحیا کی اور امانت وحفاظت، سکینہ وصبر کی مجلس ہوتی تھی، اس میں آوازیں بلند نہیں کی جاتی تھیں، عورتوں کے تذکرے نہیں ہوتے تھے۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس میں تقویٰ کے حصول میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے، ایک دوسرے سے تواضع اور انکساری سے پیش آتے تھے۔ بڑوں کا احترام کیا جاتا تھا اور بچوں پر شفقت کی جاتی تھی، حاجت مندوں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے، مسافروں کی حفاظت کرتے تھے، نیکی کی طرف لوگوں کی راہنمائی کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی دلجوئی فرماتے تھے، ہر قوم کے شریف لوگوں کا اکرام کرتے تھے اور انہیں ان کی قوم کا سردار بناتے، اپنے صحابہؓ کے حالات معلومات کرتے رہتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بے حیائی کی بات فرمایا کرتے تھے، اور نہ بہ تکلف ایسی بات فرما سکتے تھے (یعنی آپ کی زبان مبارک سے بے حیائی کی بات تکلف اور قصد سے بھی نہ نکل سکتی تھی) اور برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے تھے۔ آپ نے کبھی کسی خادم کو نہیں مارا اور نہ ہی کسی عورت کو مارا اور نہ ہی کسی چیز کو اپنے دست مبارک سے مارا، مگر یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوں (اس وقت تو مارنا کیا بلکہ قتل کی بھی نوبت آئی ہے۔)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کاموں کے درمیان اختیار دیا جاتا تو آپ ہمیشہ ان میں سے آسان کام کو اختیار فرماتے، اگر وہ گناہ کا کام نہ ہوتا، جو صفات میں نے نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کے ذکر کیے ہیں ان سب کے دلائل صحیح بخاری (وغیرہ) میں مشہور ہیں۔ پس یقیناً اللہ تعالیٰ نے باکمال اخلاق اور اچھی صفات آپ کے لیے جمع فرمادی تھیں اور آپ کو اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا تھا۔ اور جس چیز میں نجات اور کامیابی ہے، وہ اللہ نے آپ کو عطا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ چیزیں عطاء فرمائیں جو کائنات میں سے کسی کو بھی عطاء نہیں فرمائیں، اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اولین وآخرین پر فضیلت عطاء فرمائی ہے۔ صلوات اللّٰہ وسلامہ علیہ دائمین الیٰ یوم الدین۔ حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم ونازک کوئی حریر ودیباج میرے ہاتھوں نے کبھی نہیں چھوا اور نہ ہی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو یا آپ کے پسینے سے زیادہ بہتر اور پاکیزہ کوئی خوشبو یا عطر سونگھا۔

مولائی صل وسلم دائما علیٰ حبیبك خیر الخلق كلهم

☆☆☆